اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾

جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا[1] کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا[2] کرنے والا ہوں۔(۷۱)

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾

سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں[3] اور اس میں اپنی روح پھونک دوں،[4] تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔[5] (۷۲)

فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾

چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔[6] (۷۳)

بچ جاؤ گے اور ان محرمات و معاصی کی وضاحت کر دوں جن کے اجتناب سے تم رضائے الٰہی کے اور بصورت دیگر اس کے غضب و عقاب کے مستحق قرار پاؤ گے۔ یہی وہ انذار ہے جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے۔

(۱) یہ قصہ اس سے قبل سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں بیان ہو چکا ہے۔ اب اسے یہاں بھی اجمالاً بیان کیا جا رہا ہے۔

(۲) یعنی ایک جسم، جنس بشر سے بنانے والا ہوں۔ انسان کو بشر، زمین سے اس کی مباشرت کی وجہ سے کہا۔ یعنی زمین سے ہی اس کی ساری وابستگی ہے اور وہ سب کچھ اسی زمین پر کرتا ہے۔ یا اس لیے کہ وہ بادی البشرۃ ہے۔ یعنی اس کا جسم یا چہرہ ظاہر ہے۔

(۳) یعنی اسے انسانی پیکر میں ڈھال لوں اور اس کے تمام اجزا درست اور برابر کر لوں۔

(۴) یعنی وہ روح، جس کا میں ہی مالک ہوں، میرے سوا اس کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اور جس کے پھونکتے ہی یہ پیکر خاکی، زندگی، حرکت اور توانائی سے بہرہ یاب ہو جائے گا۔ انسان کے شرف و عظمت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اس میں وہ روح پھونکی گئی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح قرار دیا ہے۔

(۵) یہ سجدۂ تحیہ یا سجدۂ تعظیم ہے، سجدۂ عبادت نہیں۔ یہ تعظیمی سجدہ پہلے جائز تھا، اسی لیے اللہ نے آدم علیہ السلام کے لیے فرشتوں کو اس کا حکم دیا۔ اب اسلام میں تعظیمی سجدہ بھی کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (مشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء، بحوالہ ترمذی وقال الألبانی، وھو حدیث صحیح لشواھدہ)

(۶) یہ انسان کا دوسرا شرف ہے کہ اسے مسجود ملائک بنایا۔ یعنی فرشتے جیسی مقدس مخلوق نے اسے تعظیماً سجدہ کیا۔ كُلُّهُمْ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بھی سجدہ کرنے میں پیچھے نہیں رہا۔ اس کے بعد أَجْمَعُونَ کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ سجدہ بھی سب نے بیک وقت ہی کیا۔ مختلف اوقات میں نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تاکید در تاکید تعمیم میں مبالغے کے لیے ہے۔ (فتح القدیر)

إِلَّآ إِبۡلِيسَ ٱسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾

مگر ابلیس نے (نہ کیا)' اس نے تکبر کیا [1] اور وہ تھا کافروں میں سے۔ [2] (۷۴)

قَالَ يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ أَسۡتَكۡبَرۡتَ أَمۡ كُنتَ مِنَ ٱلۡعَالِينَ ﴿٧٥﴾

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ [3] کیا تو کچھ گھمنڈ میں آگیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔ (۷۵)

قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ ﴿٧٦﴾

اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے بنایا' اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔ [4] (۷۶)

قَالَ فَٱخۡرُجۡ مِنۡهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٞ ﴿٧٧﴾

ارشاد ہوا کہ تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہوا۔ (۷۷)

وَإِنَّ عَلَيۡكَ لَعۡنَتِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ﴿٧٨﴾

اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت و پھٹکار ہے۔ (۷۸)

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ ﴿٧٩﴾

کہنے لگا میرے رب مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے۔ (۷۹)

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلۡمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے۔ (۸۰)

إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡوَقۡتِ ٱلۡمَعۡلُومِ ﴿٨١﴾

متعین وقت کے دن تک۔ (۸۱)

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغۡوِيَنَّهُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴿٨٢﴾

کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقیناً بہکا

---

(۱) اگر ابلیس کو صفات ملائکہ سے متصف مانا جائے تو یہ استثنا متصل ہو گا یعنی ابلیس اس حکم سجدہ میں داخل ہو گا' بصورت دیگر یہ استثنا منقطع ہے یعنی وہ اس حکم میں داخل نہیں تھا لیکن آسمان پر رہنے کی وجہ سے اسے بھی حکم دیا گیا۔ مگر اس نے تکبر کی وجہ سے انکار کر دیا۔

(۲) یہ کان صَارَ کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس کی اطاعت سے استکبار کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا۔ یا اللہ کے علم میں وہ کافر تھا۔

(۳) یہ بھی انسان کے شرف و عظمت کے اظہار ہی کے لیے فرمایا' ورنہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے۔

(۴) یعنی شیطان نے اپنے زعم فاسد میں یہ سمجھا کہ آگ کا عنصر مٹی کے عنصر سے بہتر ہے۔ حالانکہ یہ سب جواہر متجانس (ہم جنس یا قریب قریب ایک درجے میں) ہیں۔ ان میں سے کسی کو' دوسرے پر شرف کسی عارض (خارجی سبب) ہی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ عارض' آگ کے مقابلے میں' مٹی کے حصے میں آیا کہ اللہ نے اسی سے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے بنایا' پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔ اس لحاظ سے مٹی ہی کو آگ کے مقابلے میں شرف و عظمت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں آگ کا کام جلا کر خاکستر کر دینا ہے' جب کہ مٹی اس کے برعکس انواع و اقسام کی پیداوار کا مأخذ ہے۔

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾
قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾
قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾
وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

دوں گا-(۸۲)
بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں-(۸۳)
فرمایا سچ تو یہ ہے' اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں-(۸۴)
کہ تجھ سے اور تیرے تمام ماننے والوں سے میں (بھی) جہنم کو بھر دوں گا-(۸۵)
کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا[1] اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں-[2] (۸۶)
یہ تو تمام جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت (و عبرت) ہے-[3] (۸۷)
یقیناً تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی وقت کے بعد (صحیح طور پر) جان لو گے-[4] (۸۸)

---

(۱) یعنی اس دعوت و تبلیغ سے میرا مقصد صرف امتثال امرالٰہی ہے' دنیا کمانا نہیں-

(۲) یعنی اپنی طرف سے گھڑ کر اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کر دوں جو اس نے نہ کہی ہو یا میں تمہیں ایسی بات کی طرف دعوت دوں جس کا حکم اللہ نے مجھے نہ دیا ہو- بلکہ کوئی کمی بیشی کیے بغیر میں اللہ کے احکام تم تک پہنچا رہا ہوں- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے' جس کو کسی بات کا علم نہ ہو' اس کی بابت اسے کہہ دینا چاہیے' اللہ اعلم یہ کہنا بھی علم ہی ہے' اس لیے کہ اللہ نے اپنے پیغمبر کو کہا' فرما دیجئے ﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ (ابن کثیر) علاوہ ازیں اس سے عام معاملات زندگی میں بھی تکلف و تصنع سے اجتناب کا حکم معلوم ہوتا ہے- جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ). (صحیح بخاری- نمبر ۷۲۹۳) "ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے" حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (نَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَتَكَلَّفَ لِلضَّيْفِ). (صحيح الجامع الصغير' للألباني' ۶۸۷۱) "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کے لیے تکلف کرنے سے منع فرمایا ہے"- اس سے معلوم ہوا کہ لباس' خوراک' رہائش اور دیگر معاملات میں تکلفات' جو آج کل معیار زندگی بلند کرنے کے عنوان سے' اصحاب حیثیت کا شعار اور وطیرہ بن چکا ہے' اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے- اسلام میں سادگی اور بے تکلفی اختیار کرنے کی تلقین و ترغیب ہے-

(۳) یعنی یہ قرآن' یا وحی یا وہ دعوت' جو میں پیش کر رہا ہوں' دنیا بھر کے انسانوں اور جنات کے لیے نصیحت ہے- بشرطیکہ کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنے کا قصد کرے-

(۴) یعنی قرآن نے جن چیزوں کو بیان کیا ہے' جو وعدے وعید ذکر کیے ہیں' ان کی حقیقت و صداقت بہت جلد تمہارے سامنے